فاروق احمد وانی

حیات و آثار

مولانا جلال الدین رومیؒ

مولانا رومیؒ تصوّف کے سب سے بڑے شاعر ہے۔ اور دنیائی اسلام کی عظیم ترین شخصیتوں میں اُنکا شمار ہوتا ہے۔ ہر کسی نے مولانا کی نسبت کمال احترام کا اظہار کیاہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

بیا کہ من خم ُپیر روم آ ور دم
مے سخن کہ جوان تر بادہ عنبی است

یہ عظیم شخصیت یعنی مولانا جلال الدین رومیؒ کا نام محمد جلال الدین لقب اور شہرت مولانا رومیؒ کے عنوان سے حاصل کی۔ اُنکے والد کا نام سلطان العلماء شیخ بہاو الدین محمد بن حسین الخطیبی ہے۔ اور مولانا رومیؒ ٦٠٤ھ میں بمقام بلخ میں پیدا ہوئے آپکا خاندان علم وفضل کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ مولانا کے والد شیخ بہاوالدین بڑے صاحب علم وفضل بزرگ تھے۔ مولانا کی ولادت کے چند سال بعد اُنکے والد نے بلخ سے ہجرت کرنے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ بہاوالدین نے تاتاریوں کے وحشتناک حملوں کے خوف سے ترک وطن کیا تھا۔ لیکن شبلی نعمانیؒ ''سوانح مولانا روم'' میں لکھتے ہیں۔ چونکہ اُنکی مقبولیت کے باعث بادشاہ وقت ''علاوالدین خوارزمشاہ'' کچھ درباریوں

کے بہکاوے میں آ کر ان سے حسد کرنے لگا اور یہی بلخ سے اُنکی ہجرت کرنے کا باعث بنا۔ ۶۱۷ھ میں جب مولانا رومیؒ کی عمر ۱۲ یا ۱۴ سال کی تھی۔ تو اُنکے والد نے بلخ کو خیر باد کہا اور کہا جاتا ہے کہ دوران سفر نیشا پور میں اُنکی ملاقات خواجہ فریدُالدین عطار سے ہوئی۔ عطارؒ نے مولانا جلال الدین رومیؒ کو ہونہار پا کر فضیلت سے متعلق پیشنگوئی بھی کی اور اپنی مثنوی ''اسرار نامہ'' کا ایک نسخہ بھی تحفتاً دیا۔ مہاجرین کا یہ قافلہ نیشا پور سے بغداد ہوتے ہوئے مکہ معظّمہ پہنچا۔ بالآخر یہ خاندان رومؒ میں قونیہ میں آباد ہو گیا اور قونیہ میں ہی اُنکے باپ کا انتقال ۶۲۸ھ میں ہوا۔

مولانا جلال الدین رومیؒ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت کی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ پھر والد کے انتقال کے بعد سید برہان الدین محقق ترمذی جو بہاوالدین کے شاگرد تھے اُن ہی سے مولانا نے اکثر علوم و فنون حاصل کیے۔ اور اُنکے انتقال کے بعد اُنکے جانشین بھی مقرر ہوئے۔ مولانا کی زندگی کا دوسرا دور شمس تبریز کی ملاقات کے بعد سے شروع ہوتا ہے چونکہ قونیہ میں مولانا کی ملاقات شمس تبریز سے ہوتی ہے۔ جس نے مولانا کی زندگی ہی بدل ڈالی۔

''مثنوی معنوی'' کے علاوہ مولاناؒ کے آثار میں غزلیات کا مجموعہ ہے۔ جو دیوان شمس تبریز کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اُسکے علاوہ نثر میں ایک کتاب ''فیہ مافیہ'' بھی لکھی ہے۔ یہاں پر اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا کے ساتھ یہ بات جڑی ہوئی ہے کہ ایک دن وہ کھلی دھوپ میں لالٹین جلا کے جا رہا تھا تو لوگوں نے مولانا سے کہا کہ چراغ جلا کے کہاں جا رہے ہو حالانکہ اس وقت آفتاب کی روشنی عروج پر ہے تو جواباً انہوں نے کہا کہ میں انسان کی تلاش میں ہوں چونکہ یہ شعر اُس

واقعیہ کی عکاسی کرتا ہے۔

دی شیخ با چراغ گرد شہر

کز دیو دو ملولم انسانم آرزوست

مولانا جلال الدین رومیؒ کے افکار کا گراں بہا شمدہ اور اُنکے اشعار کا بہتر مجموعہ ''مثنوی معنوی'' ہے۔ بلکہ یہ فارسی زبان میں تصوّف کا مکمل ترین دیوان ہے۔ اسمیں چھ دفتر ہیں اور اشعار کی تعداد چھبیس (۲۶) ہزار بتائی جاتی ہے۔ جو بحر رمل میں کہے گئے ہیں۔ تصوّف میں مولانا کی مثنوی اپنی مثال رکھتی ہے۔ چونکہ متاثرین میں سے جامیؒ نے فرمایا۔

مثنوی معنوی مولوی

ہست قرآن درزبان پہلوی

اس مثنوی کی اہمیت اور مولانا رومیؒ کے مقام کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ مولانا مثبت اور علمی تصوّف کے قائل ہے۔ نہ کہ منفی اور غیر علمی کیئے، اُنکے نزدیک صوفی اور عارف گوشہ نشین اور عزلت گزین نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا راہبوں کا کام ہے۔ اُنکے نظر میں صوفی وہ ہے۔ جو احکامات الٰہی کا پابند ہو۔ جسکا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔ مولاناؒ نے مرد کامل کا تصوّر دیا۔ یعنی وہ انسان جسکی تخلیق خدا نے کی اور اُسے اشرف المخلوقات کہا اور اُسکی رہنمائی کے لئے قرآنی تعلیم بیج دی۔

مولانا مثنوی میں حکایتوں کو بیان کر کے مولانا دینی اور عرفانی نتائج اخذ کرتے اور حقائق معنوی کو سیدھی سادی زبان میں از راہ تمثیل بیان فرماتے ہیں۔ اسی ترتیب سے وہ قرآن شریف کی بہت سی آیتوں اور اخبار و احادیث نبوی کی شرح صوفیانہ طرز پر

کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ مثنوی معنوی تصوّف میں اوّلین مثنوی نہیں بلکہ اُسے پہلے سنائیؔ اور شیخ عطارؔ جیسے عارف شاعروں نے صوفیانہ عقائد کی شرح میں مثنویاں تصنیف کی تھیں اور گوی سبقت بھی یہی لے گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ عارفانہ مثنویاں اور اُنکے مصنّف دونوں مولانا جلال الدین رومیؒ کے پیش نظر تھے۔ اور انھیں وہ اُستاد سمجھتے تھے۔ اسی لئے تو فرماتے ہیں۔

عطارؔ روح بو سنائیؔ دو چشم او

ما از پی سنائیؔ و عطارؔ آمدیم

لیکن حق یہ ہے۔ کہ مولانا خود اپنا ایک مسقبل رنگ اور اپنی ایک مستقبل آواز رکھتے ہیں۔ انہوں نے شعر تصوّف میں اپنا دلکش و بلند و بالا محل الگ ہی تعمیر کیا ہے۔ اور اس پر اپنا پرچم لہرایا ہے۔

مثنوی کے بعد مولانا کی سب سے اہم تصنف اُنکی غزلیات کا مجموعہ ہے۔ جو دیوان شمس تبریزی کے نام سے جمع کیا گیا ہے۔ یعنی اس دیوان کو انہوں نے اپنے مرشد اور روحانی قاعد کے نام منتسب کیا ہے۔ اس دیوان کے اشعار کے تعداد ۳۰۰۰۰ بتائی گئی ہے۔ لیکن چھپے ہوئے دیوان میں پچاس ہزار شعر ہیں۔ غالبًا بعد کے لوگوں نے اپنی طرف سے اسمیں اضافہ کر دیا ہے۔ مثنوی اور دیوان کے سوا نثر میں مولانا کی ایک کتاب ''فیہ مافیہ'' بھی موجود ہے۔ یہ کتاب مولانا کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں بھی عرفانی مطالب بیان کئے گئے ہیں۔

مولانا رومیؒ نے افکار و اذھان پر بڑا زبردست اثر ڈالا ہے۔ ان پیروکار اور مقلد بیشمار ہیں۔ آپکا معنوی اور ادبی اثر نہ صرف ھندوستان اور ایشائے کوچک میں

اپنے انتہائی عروج پر ہے۔ بلکہ آپکی شہرت مغربی ملکوں میں بھی پھیل چکی ہے۔ اور اُن ملکوں کی مختلف زبانوں میں مثنوی کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ مثنوی متند شرحیں اور تفسریں لکھی ہیں۔ ان میں کمال الدین حسین خوارزمی کی فارسی شرح اور ترکی میں اسماعیل بن احمد کی شرح بہت مشہور ہیں۔ بالآخر مولاناؒ نے ۲۷۶ھ میں ہی وفات پائی اور اپنے والد کے اُس مقبرہ میں دفن ہوئے جو بادشاہ وقت کے حکم سے تیار کیا گیا تھا۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کی شاعری، رسائی مقصود اتفاق مطالب، لطفت معنیٰ، باریکی خیال، عرفانی فکر کی صفائی اور پختگی کی شاعری ہے۔ چونکہ آپ عشق حقیقی کے جاندادہ تھے۔ اسلئے اُنکے کلام میں حقیقت کا پہلو غالب رہتا ہے۔ گویا سنائیؒ نے عرفانی شاعری کا قوام اور اسمیں موزونیت تام پیدا کیا۔ شیخ عطارؒ نے اُسے لطیف معانی اور شور شوق کا نظر بنایا۔ پھر مولانا نے اُسے اوج کمال پر پہنچایا۔

مولاناؒ نے معانی کا رشتہ فکر دقیق اور حسن رقیق سے باندھ دیا ہے۔ مولانا رومیؒ کے خیالات و افکار کے پیش نظر اُنکی مثنوی کی کچھ خاص خاص خوبیاں درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اوّلین خصوصیت یہ ہے۔ کہ مولانا کا طرز استدلال اور سمجھانے کا طریقہ بہت ہی نرالا ہے۔ وہ جب کوئی بحث چھیڑتے ہیں۔ تو اُسے تشبیوں اور تمثیلوں کے ذریع قارین کے ذہن نشین کراتے جاتے ہیں۔

۲۔ مولانا ہدایت و تعلیم کو سخن پردازی اور شاعری کی نسبت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اُنکے پیش نظر عالم و معارف بھی ہیں اسلئے زبان بھی ایسی ہی استعمال کی ہے۔ جو سب کے سمجھ میں آسکے۔

۳۔ فرضی حکایتیں لکھکر اخلاقی مسائل کی تعلیم دینا مولاناؒ نے اپنے فلسفیانہ شعور اور شاعرانہ صلاحیتوں کی بدولت مثنوی میں اس طریق تعلیم کو کمال کے مرتبے تک پہنچا دیا ہے۔

۴۔ مولاناؒ نے مثنوی میں قرآنی معارف کی بہت شرح وبسط سے تفسیر کی ہے۔ یہاں تک کہ مثنوی کا آغاز بھی قرآن مجید کے انداز پر ہوا ہے۔ کلام مجید کی ابتداء میں سورۂ فاتحہ ہے۔ جو قرآن مجید کا لب لباب ہے۔ اسی طرح ''نی'' کو روح انسانی قرار دے کر مولاناؒ نے تصوف و معرفت کا ماحصل بیا نکیا ہے۔ جسکا آغاز یوں ہوتا ہے۔

بشنو از نی چون حکایت می کند

وز جدائی ہا شکایت می کند

مثنوی کی طرح مولاناؒ کی غزلوں کی بھی کچھ خاص خصوصیتیں ہیں مولاناؒ کی غزلوں میں وہ عاشقانہ جوش وخروش موجود ہے۔ جو ہر پڑھنے والے کے دل کو تڑپاتا ہے اور اُسکے احساسات کو گرما دیتا ہے۔ بلاشبہ مولانا کی ہر غزل محسوسات کی آگ اسکی شعلہ زنی اور جذبہ وحال کی زندہ تصویر ہے۔ اُنکی بیشتر غزلیں روح سماع اور رقص عارفانہ سے لبریز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سرتاسر شور وشوق جوش وخروش اور سوز عشق کی آگ بھڑک رہی ہے۔

گر رود دیدہ وہوش وخرد وجان تو مرو

کہ مرا دیدن تو بہتر از ایشان تو مرو

غرض مولانا رومیؒ جس قدر عظیم شخصیت ہے۔ اُسی قدر اُسکا کلام بھی عظیم اور شان والا ہے۔ چونکہ اُنکے کلام کو سمجھنے کیلئے خصوصاً اسلامی علوم سے شیفتگی اور صفائے

ضمیر، شوق و معرفت اور ذوق وحدت کی صوفیانہ اصطلاحوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اور اُسی صورت میں اُنکی تصانیف سے راز کا پردہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اسلئے مجھ جیسے طالب علم کو اس عظیم ہستی پر بات کرنا گویا سمندر کو کوزہ میں سمانے کے مترادف ہے۔ اسلئے میں اپنا کلام یہیں پر مختصر کرتا ہوں۔

حواشی

۱۔ تاریخ ادبیات ایران ڈاکٹر رضا زادہ شفیق

۲۔ تاریخ ابیات ایران ڈاکٹر صفا

۳۔ تاریخ ادبیات ایران ار جبر براؤن

۴۔ تاریخ ادبیات ایران ڈاکٹر منظم امام

۵۔ مراۃ المثنوی از تلمذ حسین

۶۔ مثنوی معنوی باہتمام محسن غیور

۷۔ تفسیر مثنوی مولوی از اُستاد جلال الدین ہمائی